سوال

(59) رمضان اور جہاد کی برکتیں

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رمضان المبارک کا جہاد سے کیا تعلق ہے؟ کتاب وسنت کی رو سے واضح کریں؟ (محمد آصف۔ لاہور)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

دین اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ (1) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ یہ پانچ چیزیں اسلام کی بنیاد اور ارکان شمار ہوتی ہیں اور اسلام کی چوٹی اور کوہان جہاد فی سبیل اللہ کو قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: "دین کی بنیاد اسلام ہے اور اس کا ستون نماز اور اس کی کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔"

(بخاری ومسلم بحوالہ مشکوۃ)

معلوم ہوا کہ اسلام کے ارکان کی صحیح حفاظت جہاد فی سبیل اللہ سے ہی ممکن ہے کیونکہ جہاد اعلائے کلمۃ اللہ کا سب سے اونچا سبب و ذریعہ ہے۔ جبر و ستم، قہر و ظلمت اور فساد فی الارض کے انسداد کا موثر ترین وسیلہ ہے۔ مظلوموں اور مقہوروں کو عدل و انصاف فراہم کرنے کا سب سے عمدہ راستہ ہے۔ توحید، نماز، روزہ، زکاۃ اور حج کے قیام کا واحد حل ہے۔ رمضان المبارک کے ساتھ جہاد کا بڑا گہرا رشتہ ہے رمضان المبارک جس طرح ہمیں دوسری بہت ساری برکات و ثمرات سے نوازتا ہے اسی طرح جہاد فی سبیل اللہ کی طرف بھی توجہ مبذول کرواتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں کئی ایک غزوات و سرایا رمضان المبارک میں سر انجام دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو چونکہ آپ اہل مکہ کے ظلم و ستم اور ان کی خونخوار وحشیانہ اور غارت گرانہ عادات سے بخوبی واقف تھے اور احتیاط کا تقاضا بھی تھا کہ دشمنان اسلام کی حرکات پر بھرپور نظر رکھی جائے اس لئے آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی مختلف ٹولیاں مقرر فرمائیں جو دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھتی تھیں۔

بعض مہمات ایسی ہیں جن میں آپ نے بذات خود شرکت فرمائی اور بعض مہمات پر اپنے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں کچھ مجاہدین روانہ کیے۔ اس مختصر سے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہونے والے وہ غزوات و سرایا ذکر کئے جا رہے ہیں جو رمضان المبارک میں رونما ہوئے۔

1۔ سریہ سیف البحر

رمضان المبارک 1ھ میں سریہ سیف البحر ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں 30 مجاہدین کا دستہ روانہ کیا اور کفار سیف البحر میں ابوجہل کی قیادت میں 300 کے قریب تھے۔ دشمنان اسلام نے مسلمانوں کی آمد کی اطلاع پا کر فرار اختیار کیا۔ اور مجاہدین گشت لگا کر واپس آگئے۔ اس سریہ میں فریقین کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

2۔ غزوہ بدر الکبریٰ

رمضان المبارک 2ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قیادت میں 313 کے قریب جا نثاران اسلام کا لشکر لے کر مقام بدر کی طرف روانہ ہوئے جو کہ مکہ سے سات منزل اور مدینہ سے تین منزل پر واقع ہے۔

دشمن دو تہائی سفر طے کر چکا تھا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مدافعت کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے۔

دشمنان اسلام ابوجہل کی قیادت میں ایک ہزار کی تعداد میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اس معرکے میں 22 مسلمان شہید ہوئے جب کہ 70 کافر زخمی اور 70 واصل جہنم ہوئے۔

3۔ غزوہ بنی سلیم

24-25 رمضان المبارک 2ھ میں یہ غزوہ بنی سلیم مقام ماء الکدر میں منعقد ہوا مسلمان وہاں تین دن تک رہے۔

4۔ سریہ ام قرفہ

رمضان المبارک 6ھ میں قبیلہ فزارہ نے ام قرفہ کی تحریک سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے تاجرانہ قافلہ کو لوٹا۔ اس کا بدلہ لینے کے لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر روانہ کیا گیا۔ اس سریہ میں ام قرفہ اور اس کی دختر گرفتار ہوئی، باقی افراد بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

5۔ سریہ منقصہ

7ھ رمضان المبارک میں اہل خیبر کے اتحادی قبیلہ اہل منقصہ سے خفیف سی لڑائی ہوئی جس میں مسلمانوں کے قائد عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ تھے۔ دشمنوں کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

6۔ سریہ خربہ

رمضان المبارک 7ھ میں جہینہ قبیلے کے ساتھ لڑائی ہوئی، مسلمانوں کے سردار اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے ایک کافر نہیک بن مرداس کا پیچھا کیا۔ جب تلوار اٹھائی تو اس نے کلمہ شہادت پڑھا۔ لیکن اسامہ نے کلمہ شہادت پڑھنے کے باوجود تلوار سے وار کر کے قتل کر دیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے پوچھا۔ اسامہ نے کہا: اس نے تلوار کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا۔ تو آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس کا دل چیر کے دیکھا تھا۔

7۔ فتح مکہ

رمضان المبارک 8ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں 10 ہزار مسلمان فاتح بن کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اس موقع پر 2 مسلمان شہید ہوئے جب کہ 12 کافر مارے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے دن عام معافی کا اعلان فرما دیا تھا۔

8۔ سریہ خالد رضی اللہ عنہ

رمضان المبارک 8ھ میں سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہوا۔ جس میں قبیلہ بنوکنانہ کا بت عزی گرایا گیا اور بکھرے ہوئے بالوں والی عزی نامی عورت کو قتل کیا گیا جس کے نام کا بت بنا کر پوجا کی جا رہی تھی۔

9۔ سریہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

رمضان 8ھ میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قبیلہ بنوھذیل کا بت سواع توڑا گیا۔

10۔ سریہ سعد اشہلی رضی اللہ عنہ

رمضان 8ھ میں ہی سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں 20 مجاہدین کا دستہ روانہ کیا گیا جنہوں نے قبیلہ اوس وخزرج کا بت منات توڑا۔ جب مسلمانوں نے حملہ کیا تو وہاں مجاور نے ایک برہنہ عورت کو کہا کہ یہ تیرے نافرمان بندے ہیں جو تجھے گرانے آئے ہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے اس عورت پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ (ماخوذ از رحمۃ اللعالمین وغیرہ)

تلک عشرة كاملہ

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک جیسے بابرکت مہینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنھم نے، بعض آپ کی قیادت میں اور بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنھم کی قیادت میں دس غزوات و سرایا لڑے اور دشمنان اسلام کے بت کدوں اور شرک کے اڈوں کو منہدم کیا اور کلمہ توحید بلند کیا۔ یہ صرف وہ غزوات و سرایا ہیں جو آپ کی مبارک زندگی میں رمضان المبارک کے اندر لڑے گئے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک جہاد فی سبیل اللہ کا درس بھی دیتا ہے، روزے کی حالت میں بھوک پیاس برداشت کر کے مالک حقیقی کے لئے اپنی جان اور مال صرف کرنا بہت بڑے اجر کا باعث ہے ہمیں بھی اس رمضان سے درس جہاد لینا چاہیے اور وقت نکال کر معسکرات اور مختلف محاذوں پر جا کر اپنی خدمات دین اسلام کے لئے پیش کرنی چاہئیں۔ تاکہ ہمارا بھی جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ پڑ جائے اور رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عظیم سنت ادا ہو جائے رمضان المبارک اور جہاد فی سبیل اللہ کا آپس میں بڑا گہرا ربط ہے اللہ ہمیں توفیق عطا کرے کہ ہم اس کی راہ میں لڑتے ہوئے حالت روزہ میں مقام شہادت پر فائز ہو جائیں۔ آمین

فرضیت روزہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ١٨٣ ... سورة البقرة

"اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ روزہ ان احکامات شرعیہ میں سے ہے جن کا ذکر سابقہ آسمانی ادیان میں موجود ہے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

(بنی الاِسلام علی خمس شہادۃ أن لااِلہ اِلا اللہ وأن محمدا رسول اللہ واِقام الصلاۃ واِیتاء الزکاۃ وحج البیت وصوم رمضان)

(مشکوٰۃ المصابیح (4) بخاری، کتاب الایمان (8) مسلم، کتاب الایمان (21-45)

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: (1) اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ (2) نماز قائم کرنا۔ (3) زکوٰۃ ادا کرنا۔ (4) حج کرنا۔ (5) رمضان المبارک کا روزہ رکھنا۔"

روزہ کی فضیلت:

اس حدیث نبوی سے معلوم ہوا کہ روزہ اسلام کی ایسی اہم عبادت ہے جسے اسلام کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ روزہ اپنے اندر ایک عجیب خصوصیت رکھتا ہے کہ یہ ریاکاری اور دکھلاوے سے کوسوں دور اور چشم اغیار سے پوشیدہ، سراپا اخلاص اور عابد و معبود، ساجد و مسجود کے درمیان ایک راز ہے۔ اس کا علم روزہ دار اور حق تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسری کو نہیں ہوتا۔ جیسے دیگر عبادات نماز، حج، جہاد وغیرہ کی ایک ظاہری ہئیت و صورت ہوتی ہے روزے کی اس طرح کوئی ظاہری شکل و صورت موجود نہیں جس کی وجہ سے کوئی دیکھنے والا اس کا ادراک کرسکے۔

جیسے روزہ رازق و مرزوق اور مالک و مملوک کے درمیان ایک سر و راز ہے اسی طرح اس کے ثواب و بدلہ کا بھی عجیب معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ روزے کا بدلہ اور ثواب جب عطا کرے گا تو فرشتوں کو ایک طرف کر دے گا اور اس کا اجر و ثواب خود عطا کرے گا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں:

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي)

(مشکوٰۃ (1959) بخاری، کتاب الصوم (1904) مسلم، کتاب الصیام (1151)

"آدم کے بیٹے کے تمام اعمال بڑھائیے جائیں گے۔ ایک نیکی دس گنا سے سات سو تک اللہ تعالیٰ فرمائے گا مگر روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا عطا کروں گا۔ اس نے اپنی خواہش اور کھانا میری خاطر ترک کیا تھا۔"

(أَجْزِي) لفظ کو اگر بصیغہ مجہول یعنی اُجزی پڑھا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ روزے کا بدلہ میں خود ہوں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے روزہ دار کے لیے جنت میں ایک خاص دروازہ بنا دیا ہے جس کا نام ((باب الریان)) ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

(فی الجنۃ ثمانیۃ أبواب، باب منہا یسمی الریان، لایدخلہ اِلا الصائمون)

(مشکوٰۃ (1957) عن سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، بخاری، کتاب بدء الخلق (3257)، مسلم، کتاب الصیام (1152)

"جنت میں آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازے کا نام "الریان" ہے اور جس سے روزہ داروں کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہو گا۔"

ایک اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

(اِذَادَخلَ شَهرُ رَمضَانَ فتحّتَ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وفی روایۃ فتحت الواب الجنۃ وَغلّقَتْ اَبْوَابُ جهنّمَ وَسُلْسِلَتْ الشّیَاطِینُ)

(مشکوٰۃ عن ابی ھریرۃ (1956)، بخاری، کتاب الصوم (1956)، مسلم، کتاب الصیام (1079)

"جب رمضان المبارک کا مہینہ داخل ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔"

مذکورہ بالا احادیث صحیحہ صریحہ سے معلوم ہوا کہ روزہ دار کے لیے جنت کے دروازے اللہ تبارک و تعالیٰ کھول دیتا ہے اور ان کے لیے جنت میں ایک خصوصی دروازہ بھی ہے جسے "باب الریان" کہتے ہیں۔

اللہ کی جنت کا حصول عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ سے ہوتا ہے لیکن بعض لوگ ایسے بھی اس کائنات میں موجود ہیں جو صحیح عقیدے سے محروم اور اعمال سیئہ کے دلدادہ ہیں۔ افیون و چرس اور ہیروئن کے رسیا بدکاری اور شراب نوشی سے مخمور، حلال و حرام کی پابندیوں سے آزاد، عفت و عصمت کی چادر کو تار تار کرنے والے، حیاء و غیرت کا جنازہ نکال دینے والے اور پلید و گندی زبانوں سے دمام دم مست قلندر علی دا پہلا نمبر، نہ نیتی نہ قضا کیتی جیسے نعرے لگانے والوں نے اپنی نجات کے لیے پاک پتن میں ایک مصنوعی بہشتی دروازہ بنا رکھا ہے اور یہ ایسا دروازہ ہے جہاں سے گزرنے والوں کو پولیس سے ڈنڈے بھی کھانے پڑ جاتے ہیں لیکن اللہ کی جنت ایسی ہے جو ان خرافات سے مبرا ہے اور وہ اہل توحید، مومنین و مجاہدین اور اللہ کے نیک و صالح بندوں کے لیے بنائی گئی ہے جو عقائد و اعمال کے اعتبار سے نفیس ترین لوگ ہیں اور فرائض کی پابندی کرنے والے اور نوافل و تطوع کو خوش دلی اور رغبت و اشتہاء اور ذوق و شوق سے سر انجام دینے والے ہیں۔

روزے کا مقصد

اللہ وحدہ لاشریک لہ نے فرضیت روزہ والی آیت کریمہ میں اس کا مقصد تقویٰ پرہیزگاری، خوف باری تعالیٰ اور للہیت بتایا ہے۔ روزہ انسان کو ایسی قوت برداشت سکھاتا ہے جس کی بنا پر انسان اپنے نفس پر کنٹرول کر سکتا ہے اور روزہ رکھنے سے انسان کے اندر ایسا ملکہ پیدا ہوتا ہے جس کے باعث آدمی اپنے آپ کو تمام اعمال سیئہ، اخلاق رذیلہ اور عادات شنیعہ سے محفوظ رکھ سکتا ہے اور اس کا دلیل و نہار رسومات قبیحہ سے مبرا اور صاف و شفاف ہو جاتا ہے۔ شب و روز ذکر باری تعالیٰ، تقویٰ و پرہیزگاری، حلاوت ایمانی، انابت الی اللہ، زہد و تقویٰ، رکوع و سجود، تسبیح و تہلیل، خشوع و خضوع، صبر و تحمل، بردباری، سنجیدگی و متانت جیسی صفات عالیہ میں مصروف عمل دکھائی دیتا ہے اور روزہ انسان کو ایسی عظیم خوبی سے ہمکنار کرتا ہے جس کی وجہ سے یہ محرمات سے اجتناب کر سکتا ہے اور دوران روزہ جو اشیاء اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دی ہیں ان سے بچ کر یہ سبق سیکھ لیتا ہے کہ اگر میرے لیے وقتی طور پر حلال اشیاء سے پرہیز کرنا آسان ہے تو مستقل اور ابدی حرام چیزوں سے بچنا کوئی مشکل نہیں۔

آداب روزہ

ارشاد نبوی ہے:

(مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ)

(مشکوٰۃ عن ابی ھریرۃ (1999)، بخاری، کتاب الصوم (1903)

"جس آدمی نے روزہ کی حالت میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کیا تو اللہ وحدہ لاشریک لہ، کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

(إذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب وإن قاتلہ أوسابہ احد فلیقل إنی امرؤ صائم)

(مشکوۃ (1959)، بخاری، کتاب الصوم (1904)، مسلم، کتاب الصیام (1151)

"جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو وہ شہوت انگیز گفتگو نہ کرے اور نہ شوروغوغا سے کام لے اگر اسے کوئی گالی گلوچ دے یا اس سے لڑائی کرے تو کہہ دے : میں روزہ دار ہوں۔"

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

(کم من صائم لیس لہ من صیامہ الا الظمأ، وکم من قائم لیس لہ من قیامہ إلا السہر) (سنن دارمی، کتاب الرقاق (3733)

"کتنے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں اپنے روزہ سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی قیام کرنے والے ایسے ہیں جنہیں اپنے قیام سے بیداری کے سوا کچھ نہیں ملتا۔"

یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ مسند احمد 2/373،441، مستدرک حاکم 1/131، بیہقی 4/270، شرح السنہ 6/247(1747)، ابن ماجہ (1690) وغیرہ میں موجود ہے۔ اس کی سند قوی ہے اور طبرانی کبیر میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(مجمع الزوائد 3/202 بحوالہ مرعاۃ المفاتیح 6/530)

مذکورہ بالا احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ روزہ دار کو حالت روزہ میں گالی گلوچ، بد کلامی، فحش گوئی، تہمت طرازی، عیب جوئی، دروغ گوئی، جھوٹ کی اشاعت، جھوٹ پر عمل کرنا، کذب بیانی، غیبت، ہو و حرص، طمع و لالچ، خواہشات نفسانیہ، چوری، ڈکیتی، آنکھ مچولی، برائی، زنا فحاشی، عریانی، گانا بجانا، رقص و سرود کی محافل قائم کرنا، گندا لٹریچر شائع کرنا اور اسے فروغ دینا، وی سی آر، ٹی وی اور ڈش پر حیا سوز پروگرام دیکھنا، بدچلنی، اوباشی، ناانصافی، ظلم و ستم، جبر و استبداد، نوسر بازی، بدعنوانی، رشوت، سود خوری، سگریٹ نوشی، حقہ پینا، شراب خوری، جوا و قمار بازی، خیانت و خباثت، چغل خوری، غنڈہ گردی، عیاری، دغا بازی اور دیگر شیطانی امور سے اجتناب از حد ضروری ہے وگرنہ روزے کا کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ جو آدمی بھوکا پیاسا رہ کر امور بالا کا مرتکب ہو گا اس کا روزہ نہیں بلکہ فاقہ ہو گا۔

اسی طرح شب زندہ دار ہو کر اخلاق رذیلہ کا پیکر بنے اور اعمال سئیہ کا مرتکب ہو تو اسے رات کی بیداری کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ ہمارے ملکی اخبارات و جرائد کے ایڈیٹر حضرات کو بھی سوچنا چاہیے جو جھوٹ کی اشاعت اور جرائم کو ہوا دینے سے رمضان المبارک میں بھی باز نہیں آتے اور تقریبا تمام اخبارات فاحشہ اور بدکار عورتوں کی تصاویر نمایاں کر کے شائع کرتے ہیں۔ اگر حالت روزہ میں ایسے امور سے اجتناب نہ کیا گیا تو روزے کا کیا فائدہ؟

رؤیت ہلال :

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : «لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْہِلَالَ , وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوُا الْہِلَالَ , فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَہُ»)

(مشکوۃ (1969) بخاری، کتاب الصوم (1906،1907) مسلم، کتاب الصیام (1080)

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم روزہ نہ رکھو یہاں تک کہ چاند دیکھ لو اور نہ افطار کرو حتی کہ تم اسے دیکھ لو۔ اگر تمہارے اوپر مطلع ابر آلود ہو تو اس کے لیے گنتی کرو۔"

(عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صُومُوالِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوالِرُؤْيَتِهِ ، فَإِنْ غُبِّيَ عليكُمْ : فَأَكْمِلُواعِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ)

(مشکوٰۃ (1970) بخاری ، کتاب الصوم (1909) مسلم ، کتاب الصیام (1081)

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : چاند کے دیکھنے پر روزہ رکھواور اس کے دیکھنے پر ہی افطار کرو۔ اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کی گنتی کے تین (30) دن پورے کرلو۔"

یعنی شعبان المعظم کی 29/تاریخ کو چاند دیکھواگر نظر آجائے تو دوسرے دن روزہ رکھواور اگر نظر نہ آئے یا مطلع ابر آلود ہو تو پھر شعبان کے 30 دن پورے کر کے رمضان کا روزہ رکھو۔ شک کا روزہ کسی بھی طرح نہیں رکھنا چاہیے۔

(عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ قال : من صام الیوم الذي یشک فیہ فقد عصی أبا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم)

(مشکوٰۃ (1977) ابوداؤد، کتاب الصوم (2334) ترمذی ، کتاب الصوم (686) نسائی ، کتاب الصیام (2187) ابن ماجہ (1645) دارمی (1682)

"عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : جس نے شک والے دن روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی۔"

یہ اثر بخاری کتاب الصوم باب نمبر 11 میں تعلیقا مروی ہے۔ رؤیت ہلال کے لیے ایک عادل وقابل اعتماد شخص کی گواہی کافی ہے۔

(عن ابن عمر قال تراءی الناس الہلال فأخبرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أنی رأیتہ فصامہ وأمر الناس بصیامہ)

(ابوداؤد، کتاب الصوم ، باب فی شہادۃ الواحد علی رؤیۃ ھلال رمضان (2342) دارمی، کتاب الصیام ، باب الشہادۃ علی رؤیۃ ھلال رمضان (1698) دارقطنی 2/156، بیہقی 4/212، مسند امام دارمی عبداللہ بن محمد السمرقندی 2/4 ابن حبان (871) حاکم 1/423، التلخیص الجبیر 2/187)

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے اسے دیکھ لیا ہے، آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے چاند کی رؤیت کے بارے میں ایک عادل مسلمان کی گواہی کفایت کرجاتی ہے۔ اس کی تائید میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث یوں مروی ہے :

ءأَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ الْهِلَالَ يَعْنِي رَمَضَانَ فَقَالَ : (أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ؟) ، قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : (أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ؟) ، قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : (يَا بِلَالُ أَذِّنْ فِي النَّاسِ فَلْيَصُومُوا غَدًا))

(ابوداؤد (2340) بیہقی 4/212) المنتقیٰ لابن جارود (379)

"ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو اس نے کہا : میں نے رمضان المبارک کا چاند دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا : کیا تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں؟ اس نے کہا : ہاں! آپ نے فرمایا : کیا تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا : ہاں! آپ نے فرمایا : اے بلال : لوگوں میں اعلان کردو کہ وہ کل روزہ رکھیں۔"

یہ روایت نسائی ، ترمذی ، ابن ماجہ ، ابن خزیمہ ، ابن حبان ، دارقطنی ، حاکم اور طحاوی میں بھی موجود ہے لیکن اس کی سند سماک بن حرب از عکرمہ از ابن عباس کے طریق سے مروی

ہے اور اس سند میں اضطراب ہوتا ہے۔ بہرکیف میں نے بطور تائید اس کو ذکر کیا ہے کیونکہ یہ مسئلہ اوپر ابن عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث صحیح سے ثابت ہے اس لیے اس کا ضعف مضر نہیں۔

چاند دیکھنے کی دعا :

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب چاند دیکھتے تو کہتے :

(اللہ أکبر اللھم أھلہ علینا بالأمن والإیمان والسلامۃ والإسلام والتوفیق لما تحب وترضی ربنا وربک اللہ)

"اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ تو اسے ہم پر امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع کر اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جس سے تو محبت کرتا ہے۔ اے ہمارے رب اور جسے تو پسند کرتا ہے (اے چاند) ہمارا اور تیرا رب اللہ ہے۔"

(سنن دارمی، کتاب الصوم، باب مایقام عند رؤیۃ الھلال (1694) یہ روایت کثرت شواھد کی بنا پر صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ اور موارد الظمآن محقق جلد 7 (2374)

سحری

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ١٨٧ ... سورة البقرة

"اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے۔"

اس آیت کریمہ میں (الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ) سے مراد صبح صادق اور (الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ) سے مراد رات ہے۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو میں نے اونٹ باندھنے والی ایک سیاہ رسی اور ایک سفید رسی اپنے تکیے کے نیچے رکھ لی۔ میں رات کے وقت انہیں دیکھنے لگا تو مجھے صاف نظر نہ آئیں۔ میں نے صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر سارا ماجرا سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : (إِنَّمَا ذَلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ) اس آیت کریمہ میں سیاہ اور سفید دھاگے سے مراد رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الصوم (1916) وکتاب التفسیر (4509،4510)

اس آیت میں اللہ وحدہ لا شریک لہ نے سحری کا وقت بتا دیا ہے کہ صبح صادق تک تم کھا پی سکتے ہو۔ وقت کی حدود متعین کرنے میں کچھ وسعت معلوم ہوتی ہے کیونکہ جس طرح آج گھڑیاں موجود ہیں ظاہر بات ہے زمانہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدین رضی اللہ عنھم وغیر ھم میں یہ ایجادات موجود نہ تھیں۔ لوگ ستاروں اور چاند کے ساتھ رات کے اوقات معلوم کرتے تھے۔ اس لیے اگر سحری میں ایک دو منٹ کی تاخیر ہو جائے تو کوئی قیامت بپا نہیں ہو جاتی۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

(إذا سمع أحدكم النداء والإناء على يده فلا يضعه حتى يقضي حاجته منه)

(ابوداؤد، کتاب الصوم، باب فی الرجل یسمع النداء والاناء فی یدہ (2350) مستدرک حاکم 1/426، 205، 203، بیہقی 4/218، دارقطنی (2162) باب فی وقت السحر)

"جب تم میں سے کوئی آدمی اذان سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس برتن کو حاجت پوری کرنے سے پہلے نہ رکھے۔"

علامہ عبیداللہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

(وفیہ اباحۃ الاکل والشرب من الاناء الذی فی یدہ عند سماع الاذان للفجر وان لا یضعہ حتی یقضی حاجتہ)

(مرعاۃ المفاتیح 6/469)

اس حدیث میں فجر کی اذان سنتے وقت اس برتن سے کھانے اور پینے کی اباحت معلوم ہوتی ہے جو اس کے ہاتھ میں ہے اور یہ کہ وہ اسے اپنی حاجت پورا کرنے سے پہلے نہ رکھے۔ مسند احمد 3/348 میں جابر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا ایک شاہد بھی ہے جسے علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن قرار دیا ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح 6/470)

سحری کی برکت

(عن أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً)

(مشکوٰۃ (1982) بخاری، کتاب الصوم (1923) مسلم، کتاب الصیام (1095)

"انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "سحری کھاؤ اس لیے کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔"

(عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ عنہ قال : (دعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلی السحور وقال : ہلم إلی الغداء المبارک))

(ابوداؤد (2344) نسائی (2162) نیل المقصود (2344) از شیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ موارد الظمآن (882) اسنادہ حسن)

"عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں سحری کھانے کی طرف دعوت دی تو آپ نے فرمایا : "صبح کے بابرکت کھانے کی طرف آؤ۔"

ابودرداء رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا ایک شاہد بسند حسن صحیح ابن حبان میں موجود ہے۔ (موارد الظمآن (881) 3/184)

بہترین سحری

(عن أبی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : ((نعم سحور المؤمن التمر)))

(ابوداؤد (2345)، موارد الظمآن (883) 3/186)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی بہترین سحری کھجور ہے۔"

سحری کی اہمیت

(عن عبداللہ بن عمرو قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تَسَحَّرُوا ولو بِجَرْعَةٍ مِنْ ماءٍ) (موارد الظمآن: 883)

"عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سحری کھاؤ اگرچہ پانی کے ایک گھونٹ سے ہو۔"

اہل کتاب اور سحری:

(عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "فصل ما بین صیامنا وصیام أہل الکتاب أکلۃ السحر") (مشکوۃ (1983) مسلم، کتاب الصوم (1096)

"عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں فرق سحری کا کھانا ہے۔"

سحری دیر سے کھانا

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: نا معشر الأنبیاء أمِرنا أن نُؤخّر سحورنا، و نُعجّل فطرنا، وأن نُمسِک بأیماننا علی شمائلنا فی صلاتنا)

(موارد الظمآن (885) طبرانی کبیر 11/199 (11485)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یقینا ہم نبیوں علیہم السلام کا گروہ ہیں۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنی سحری میں تاخیر کریں اور افطاری جلدی کریں اور اپنی نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھیں۔"

اس کی سند صحیح ہے اور اس کے کئی ایک شواھد بھی ہیں۔

سحری کی اذان

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ان بلالا ینادی بلیل فکلوا واشربوا حتی ینادی ابن ام مکتوم قال: وکان ابن ام مکتوم رجلا اعمی لا ینادی حتی یقال لہ: اصبحت اصبحت)

(مشکوۃ (680) بخاری، کتاب الاذان (617) (621) مسلم، کتاب الصیام 1092)

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یقینا بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان دیتا ہے۔ سو تم کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دے۔" فرمایا: عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے وہ اتنی دیر تک اذان نہیں دیتے تھے جب تک انہیں کہا نہ جائے، تو نے صبح کر دی، تو نے صبح کر دی۔"

(عن عبداللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یمنعن أحدکم أذان بلال من سحورہ فإنہ یؤذن بلیل لیرجع قائمکم ولینبہ نائمکم) (بخاری 261)

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کو بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سحری کھانے سے نہ روکے اس لیے کہ وہ رات

کواذان دیتے ہیں تاکہ قیام کرنے والالوٹ آئے اور سونے والا بیدار ہوجائے۔"

سنن نسائی (638)2/10 میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

(ولم یکن بینھما إلا مقدار ما ینزل ہذا ویصعد ہذا)

"دونوں کی اذان میں اتنا وقفہ ہوتا کہ یہ اذان کہہ کر اترتا اور یہ چڑھ جاتا۔"

علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (حاشیہ سندھی علی نسائی)

اس حدیث سے مراد دونوں کے درمیان وقفے کی قلت ہے نہ کہ حد کا تعین امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(قال العلماء: معناہ أن بلالاً کان یؤذن قبل الفجر ویترَبَّص بعد أذانہ للدعاء ونحوہ، ثم یرقُبُ الفجر فإذا قارب طلوعہ نزل فأخبر ابن أم مکتوم، فیتأھب ابن أم مکتوم بالطھارۃ وغیرھا، ثم یرقی ویشرع فی الأذان مع أول طلوع الفجر واللہ اعلم)

(شرح مسلم للنووی 7/177 طبع بیروت)

"علماء نے کہا ہے اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ فجر سے پہلے اذان دیتے تھے اور اذان کے بعد دعا وغیرہ کے لیے بیٹھے رہتے جب طلوع فجر قریب ہوتی تو اترتے اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خبر دیتے تو وہ وضوء وغیرہ کی تیاری کرتے پھر اوپر چڑھ جاتے اور فجر طلوع ہوتے ہی اذان شروع کر دیتے۔"

غرض سحری کی اذان اور صبح صادق میں اتنا وقفہ ضرور ہونا چاہیے جس سے آدمی آسانی سے سحری کھا لے۔ قیام کرنے والا واپس پلٹ آئے، سویا ہوا بیدار ہو جائے اور روزے کی تیاری کرلے کیونکہ بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کھانے پینے سے مانع نہ تھی اس لیے کہ وہ صبح کاذب میں ہوتی تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصوم باب قدر کم بین السحور وصلاۃ الفجر میں یہ مسئلہ اس حدیث کی رو سے سمجھایا ہے۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(تسحرنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ثم قام إلی الصلاۃ قلت لزید: کم کان بین الأذان والسَّحور؟ قال: قدرُ خمسین آیۃ)

(بخاری (1921) نسائی (2155،2156)

"ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف اٹھے۔ میں (انس رضی اللہ عنہ) نے کہا: اذان اور سحری کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ تو انہوں نے کہا: پچاس آیات کی مقدار۔"

(عن انس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لک عند السحور: یا أنس! إنی أرید الصیام أطعمنی شیئاً، فأتیتہ بتمرٍ وإناءٍ فیہ ماء وذلک بعد ما أذن بلال، فقال: یا أنس! انظر رجلاً یأکل معی، فدعوت زید بن ثابت فجاء، فقال: إنی قد شربت شربۃ سویقٍ وأنا أرید الصیام، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: وأنا أرید الصیام، فتسحر معہ، ثم قام فصلی رکعتین، ثم خرج إلی الصلاۃ)

(سنن نسائی، کتاب الصیام، باب اسحور بالسویق والتمر (2166)

"انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کے وقت فرمایا: اے انس! میں روزے کا ارادہ رکھتا ہوں مجھے کوئی چیز کھلاؤ۔ میں آپ کے پاس کھجور اور پانی

والا برتن لایا اور یہ سارا معاملہ بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کے بعد کا ہے آپ نے فرمایا: اے انس! کوئی آدمی تلاش کر جو میرے ساتھ کھانا کھائے۔ میں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دعوت دی تو وہ تشریف لائے اور کہا میں نے ستو کا ایک گھونٹ پی لیا ہے اور روزے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی روزے کا ارادہ رکھتا ہوں انہوں نے آپ کے ساتھ سحری کھائی پھر آپ کھڑے ہوئے، دو رکعت (سنت) پڑھی پھر نماز صبح کے لیے گھر سے نکلے۔" اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اذان بلال کے بعد اتنا وقفہ ضرور ہوتا تھا جس میں آدمی سحری کا انتظام کر کے کھانا کھا لے۔ لہذا دونوں اذانوں کے درمیان اتنا وقفہ ضرور ہونا چاہیے جس میں سحری کا بندوبست ہو سکے۔ واللہ اعلم

روزے کی نیت:

(عن حفصة رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "مَن لَم يُجمِعِ الصِّيَامَ قَبلَ الفَجرِ فَلاصِيَامَ لَهُ")

(ابوداؤد، کتاب الصوم، باب النیۃ فی الصیام (2454) ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء لا صیام لمن لم یعزم من اللیل (730) نسائی، کتاب الصیام (2332) دارمی (1705)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں ہے۔"

چونکہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور نیت کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں مثلاً: روزہ کی نیت نہ کی گئی اور روزہ جیسی پابندیاں اپنے اوپر عائد کر لیں تو روزہ نہ ہو گا بلکہ فاقہ ہو گا۔ یہ بھی یاد رہے کہ نیت کے لیے زبان سے تلفظ کی ضرورت نہیں۔ یہ دل کا فعل ہے۔ بعض افراد نے روزے کی نیت کے یہ الفاظ وضع کیے ہوئے ہیں وبصوم میں نے ماہ رمضان کے کل کے روزے کی نیت کی۔ یہ الفاظ کسی حدیث سے ثابت نہیں اور نیت کل آنے والے دن کی کر رہا ہے۔ علامہ ابن منظور رقمطراز ہیں:

(اصل الغد و ھو الیوم الذی یاتی بعد یومک)

(لسان العرب 10/26)

غد کا اصل یہ ہے کہ: وہ دن جو تیرے آج کے دن کے بعد ہو گا۔ مصباح اللغات 593 میں ہے کہ: آئندہ کل دور کا دن جس کا انتظار ہو۔ نیز دیکھیں مجمع بہار الانوار 4/17 وغیرہ۔

لہذا یہ الفاظ معنوی اعتبار سے بھی درست معلوم نہیں ہوتے۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم واکمل

افطاری کا وقت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَتِمّوا الصِّيامَ إِلَى الَّيلِ ۚ ١٨٧ ... سورة البقرة

"روزہ رات کو پورا کرو۔ یعنی رات ہوتے ہی روزہ افطار کر دو،تاخیر مت کرو۔"

لیل کی ابتداء غروب آفتاب سے ہوتی ہے۔ علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی رقمطراز ہیں :

"الیل واللیلاۃ : من مغرب الشمس الی طلوع الفجر الصادق او الشمس" (القاموس المحیط طبع جدید/1364)

"رات غروب شمس سے لے کر فجر صادق کے طلوع ہونے تک یا طلوع شمس تک ہے۔ علامہ ابن منظور الافریقی فرماتے ہیں : مبدئہ من غروب الشمس لیل کی ابتدا غروب شمس سے ہے۔"

(لسان العرب12/378) نیز دیکھیں المعجم الاوسط/850)

ائمہ لغات کی توضیحات سے معلوم ہوا کہ لیل کی ابتداء غروب آفتاب سے ہوتی ہے لہذا جوں ہی سورج غروب ہو روزہ افطار کر لیا جائے،تاخیر نہ کی جائے کیونکہ تاخیر سے روزہ افطار کرنا یہود و نصاریٰ کا کام ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

(لایزال الدین ظاہراً ما عجل الناس الفطر لأن الیہود والنصاری یؤخرون)

(ابوداؤد، کتاب الصوم، باب مایستحب من تعجیل الفطر(2353)ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب ماجاء فی تعجیل الافطار(1698)ابن خزیمہ(2060)ابن حبان(889) مستدرک حاکم 1/431)

"دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک لوگ افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے کیونکہ یہود و نصاریٰ افطاری کرنے میں تاخیر کرتے ہیں۔"

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ دیر سے کھولنا یہود و نصاریٰ کا کام ہے۔ اور ان کے متبعین کا روزہ موجودہ دور میں بھی مسلمانوں سے دس یا پندرہ منٹ بعد ہی افطار ہوتا ہے۔ کئی لوگ افطاری کے لیے سائرن کا انتظار کرتے رہتے ہیں اور سائرن بھی غروب آفتاب کے بعد دیر سے بجایا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں یاد رہے کہ عبادات کے لیے سائرن بجانا بھی یہود و نصاریٰ کا عمل ہے۔ اہل اسلام کے ساتھ اس عمل کا کوئی تعلق نہیں بلکہ غروب آفتاب کے ساتھ ہی روزہ کھول دینا چاہیے۔

(عن سہل رضی اللہ عنہ قال : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : "لَايَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ")

(بخاری، کتاب الصوم، باب تعجیل الافطار(1958) مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور(1098)

"سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جب تک لوگ روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے بھلائی سے رہیں گے۔"

(عن عمر رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : «إذا أقبل اللیل من ہاہنا وأدبر النہار من ہاہنا، وغربت الشمس فقد أفطر الصائم»)

(بخاری، کتاب الصوم(1954) مسلم، کتاب الصیام(1100)

"عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جب رات ادھر سے آ جائے اور دن ادھر سے پیٹھ پھیر جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار روزہ کھول

دے۔"

(عن سہل بن سعد قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لاتَزَالُ أُمَّتِي عَلَى سُنَّتِي مَالَمْ تَنْتَظِرْ بِفِطْرِهَا النُّجُومَ)

(مواردالظمآن(891)

"سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت ہمیشہ میری سنت پر رہے گی جب تک روزے کی افطاری کےلیے ستاروں کا انتظار نہیں کرے گی۔"

مندرجہ بالا احادیث صحیحہ صریحہ سے واضح ہوا کہ افطاری کا وقت غروب آفتاب ہے اس لیے روزہ سورج غروب ہوتے ہی افطار کردیں، دیر نہ کریں۔

افطاری کی دعا:

[عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: كان رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ: "ذَهَبَ الظَّمَأُ، وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ، وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ")

(ابوداؤد، کتاب الصوم (2357) مستدرک حاکم 1/422، دارقطنی 2/1185 سے حاکم وذہبی نے صحیح کہا ہے اور دارقطنی نے اس کی سند کو حسن کہا۔

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار کرتے تو کہتے: "پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہوگئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہو گیا۔"

نیز (اللهم لک صمت وعلی رزقک افطرت) یہ دعا مرسل روایت میں ہے اور مرسل محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے ہاں ضعیف کی اقسام سے ہے۔

کس چیز سے روزہ افطار کیا جائے؟

عن سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا أفطر أحدکم فلیفطر علی تمر فإنہ برکۃ فإن لم یجد فلیفطر علی ماء فإنہ طہور)

(مشکوۃ(1990) مسند احمد 4/17-18، 214، ابوداؤد، کتاب الصوم، باب مایفطر علیہ(2355) ترمذی، کتاب الزکوۃ(658) ابن ماجہ(1699) دارمی (1708) مواردالظمآن(892)

"سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی روزہ کھولے تو وہ کھجور سے کھولے کیونکہ اس میں برکت ہے اگر کھجور نہ پائے تو پانی سے روزہ کھولے اس لیے کہ وہ پاک کرنے والا ہے۔"

عن أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قال: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ عَلَى رُطَبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَعَلَى تَمَرَاتٍ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ")

(ابوداؤد(2356) ترمذی(696) دارقطنی 2/185 مستدرک حاکم 1/432 المحلی لابن حزم 7/31)

"انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے سے پہلے چند تازہ کھجوریں کھا کر روزہ افطار کرتے تھے اگر تازہ کھجوریں دستیاب نہ ہوتیں تو خشک کھجوریں کھا کر افطار

کرتے اگر وہ بھی نہ ملتیں تو پانی کے چند گھونٹ بھر لیتے۔"

(عن انس قال مارأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط صلی صلاۃ المغرب حتی یفطر ولو علی شربۃ من ماء)

(موارد الظمآن (890) مسند ابی یعلی 6/424(3792)

"انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو افطاری سے پہلے مغرب کی نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کے ایک گھونٹ پر ہی افطار کرتے۔"

مندرجہ بالا احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ کھجور کے ساتھ روزہ کھولنا بہتر ہے اور اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کر لیں۔ روزہ کی وجہ سے جسم میں نقاہت و کمزوری واقع ہوتی ہے۔ کھجور سے جسم کو تقویت ملتی ہے۔ کھجور نہایت مفید اور مقوی غذا ہے۔

روزہ افطار کرانا

(عن زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "من فطر صائماً أو جهز غازياً فله مثل أجره")

(شرح السنۃ (1819) 6/377 شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصیام (3953) 3/418، ابن حبان (1619)

"زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے روزہ دار کو افطار کروایا یا غازی کو سامان جہاد دیا تو اس کے لیے اسی کی مثل اجر ہے۔"

مباحات روزہ

یعنی وہ امور جو روزے کی حالت میں سر انجام دینے جائز ہیں اور ان کے کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

(1) مسواک کرنا۔ (بخاری، کتاب الصوم، باب سواک الرطب والیابس للصائم ص 381 طبع دارالسلام)

(2) غسل کرنا۔ (بخاری، باب اغتسال الصائم ص 380، ابوداؤد (2365)

(3) بیوی کا بوسہ لینا اگر اپنے اوپر قابو رکھ سکے۔

(بخاری، باب القبلۃ للصائم ص 380، ابوداؤد، باب القبلہ للصائم (2382-2385)

(4) بھول کر کھا پی لینا۔ (بخاری، باب الصائم اذا اکل او شرب ناسیا ص 381)

(5) سحری کھا کر غسل جنابت کرنا۔ (بخاری، باب الصائم یصبح جنبا ص 379)

(6) سینگی لگوانا یعنی بطور علاج جسم سے خون نکلوانا۔

(7)اورقے آجانا۔ (بخاری، باب الحجامۃ والقی للصائم ص 383)

(8) کنگھی کرنا اور تیل لگانا۔ (بخاری، باب اغتسال الصائم ص 380)

(9) سرمہ لگانا۔ (بخاری، باب اغتسال الصائم ص 380)

(10) بھیگا ہوا کپڑا سر پر ڈالنا۔ (بخاری، باب اغتسال الصائم ص 380)

(11) ہنڈیا سے نمک وغیرہ چکھنا۔ (بخاری، باب اغتسال الصائم ص 380)

(12) حلق میں مکھی وغیرہ کا داخل ہوجانا۔

(بخاری، باب الصائم اذا اکل او شرب ناسئیا ص 381)

ممنوعات روزہ :

(1)جھوٹ اور برے اعمال۔ (بخاری، 1903)

(2) مبالغے سے ناک میں پانی چڑھانا۔ (ابوداؤد، 2366)

(3) شہوت انگیز گفتگو کرنا اور شوروغوغا۔ (بخاری، 1904) مسلم، (1151)

(4) بیوی سے بغل گیر ہونا۔ (ابوداؤد(2387) بیہقی 4/231

مفسدات روزہ :

وہ امور جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

(1)قصداً قے کرنا۔ (ابوداؤد، 2381)

(2) جان بوجھ کر کھانا پینا۔

(بخاری، کتاب الصوم، باب الصائم اذا اکل او شرب ناسئیا ص 381)

(3)جماع کرنا۔ (بخاری، باب اذا جامع فی رمضان ص 382)

(4) حیض ونفاس۔ (بخاری، کتاب الحیض، باب ترک الحائض الصوم (304)

روزے کا کفارہ

جو آدمی روزے کی حالت میں بیوی سے صحبت کر بیٹھے اس کے لیے کفارہ یہ ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کرے اگر یہ طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اگر یہ نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ (بخاری: 1936)

روزے کی رخصت

یعنی ایسے امور جن کے پیش آ جانے سے روزہ ترک کر سکتے ہیں:

(1) بیماری۔

(2) سفر۔ (البقرۃ: 184، بخاری، باب الصوم فی السفر والافطار ص 383)

(3) حمل۔

(4) رضاعت۔

(ابوداؤد (2408) ترمذی 4/94، 95 نسائی (2275) ابن ماجہ (1667'1668)

(5) شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا آدمی جو ضعف کی بنا پر روزہ نہ رکھ سکے۔

(البقرۃ: 184، دارقطنی 2/205 نیز شرح السنۃ، باب الرخصۃ فی الافطار للحامل والمرضعہ 6/315، المنتقیٰ لابن جارود (381)

نماز تراویح

لفظ تراویح علماء کا ایک اصطلاحی نام ہے ورنہ احادیث رسول میں کہیں بھی یہ لفظ استعمال نہیں ہوا۔ اسے حدیث کی رو سے قیام اللیل یا صلوۃ اللیل جیسے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تین دن صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے ساتھ اتفاقی قیام کیا اس کو تراویح کا نام دیا گیا۔ یہ بات احناف کے ہاں بھی مسلم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا ذوق دیکھا کہ وہ کثرت کے ساتھ اس نماز میں شریک ہو رہے ہیں تو آپ نے جماعت کو ترک کر دیا اور فرمایا:

("إنی خشیت أن تکتب علیکم صلاۃ اللیل") (بخاری 729)

"مجھے تم پر صلوۃ اللیل کی فرضیت کا ڈر ہے۔"

طحاوی 1/242 میں قیام اللیل کے الفاظ ہیں۔ بہر کیف اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا جو آپ نے تین رات جماعت کروائی تھی اسے صلوۃ اللیل یا قیام اللیل ہی کہا گیا ہے لہذا قیام اللیل کی تعداد میں مروی تمام صحیح احادیث تراویح کی تعداد پر دلالت کرتی ہیں۔

قیام اللیل کی فضیلت

(عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ")

(بخاری (2009) کتاب صلاۃ التراویح)

" ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس آدمی نے رمضان المبارک کا قیام ایمان اور ثواب سمجھ کر کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے گئے ۔ "

(عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَرَأَيْتَ إِنْ شَهِدْتُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ ، وَصَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ ، وَأَدَّيْتُ الزَّكَاةَ ، وَصُمْتُ رَمَضَانَ ، وَقُمْتُهُ ، فَمِمَّنْ أَنَا ؟ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مِنَ الصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ ")

(موارد الظمآن (19) مسند بزار 1/22(25)

" عمرو بن مرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا : ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے کہا : اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ اگر میں اس بات کی شہادت دوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور میں پانچ نمازیں ادا کروں ، زکوٰۃ ادا کروں ، رمضان کے روزے رکھوں اور اس کا قیام کروں تو میں کن لوگوں میں سے ہوں گا ؟ تو آپ نے فرمایا : صدیقین اور شہداء میں سے ۔ "

مذکورۃ الصدر احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ قیام رمضان کی بہت بڑی فضیلت ہے ۔ اللہ تعالیٰ سابقہ گناہ معاف کر کے اپنے نیک بندوں ، صدیقین اور شہیدوں میں اٹھائے گا ۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت خاص نازل فرما کر ہمارا بھی حشر ان لوگوں کے ساتھ کرے ۔ آمین ! تراویح کا وقت عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سے لے کر فجر تک ہے ، کسی بھی وقت میں ادا کی جاسکتی ہے ۔

یہ گیارہ رکعات مسنون نماز ہے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہی تھا ۔ بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمی بیشی بھی کر لیتے تھے ۔ احلہ علماء احناف کا بھی یہی موقف ہے کہ گیارہ رکعات مسنون ہیں ۔

تراویح کی مفصل بحث اور مخالفین کے دلائل کا جائزہ دیکھنے کے لیے ہماری کتاب " مقالات ربانیہ " اور ہمارا اشتہار بعنوان " بجلی آسمانی بر ملا حقانی " کا مطالعہ فرمائیں ۔ یہاں صرف ایک حدیث درج کرتا ہوں :

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ ؟ قَالَتْ : " مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً) الحديث

(صحیح بخاری ، کتاب صلاۃ التراویح (2013) موطا امام محمد شاگرد امام ابو حنیفہ ، باب قیام شہر رمضان و ما فیہ من الفضل/142 طبع قدیمی کتب خانہ ، کراچی)

" ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان المبارک میں نماز (تراویح) کیسے ہوتی تھی ؟ تو انہوں نے فرمایا : چاہے رمضان کا مہینہ ہو یا غیر رمضان آپ گیارہ رکعات سے زائد نہیں پڑھتے تھے ۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول مبارک یہی تھا ۔ اسے تمام محدثین رحمۃ اللہ علیہم تقریبا تراویح کے بیان میں لائے ہیں ۔ "

اعتکاف

اعتکاف کے لفظی معنی کسی چیز پر جم کر بیٹھ جانا اور نفس کو اس کے ساتھ لگائے رکھنا ہے اور شرعا تمام دنیاوی معاملات ترک کر کے عبادت کی نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی

کرنے کی خاطر مسجد میں ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے اعتکاف بیٹھنے والے کو معتکف اور جائے اعتکاف کو معتکف کہا جاتا ہے۔ اعتکاف سال کے اندر کسی بھی وقت ہو سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شوال کے مہینہ کا اعتکاف بھی ثابت ہے لیکن آپ رمضان المبارک میں ہمیشہ اعتکاف بیٹھتے تھے۔ آپ نے رمضان کے درمیانے عشرے کا بھی اعتکاف کیا ہے لیکن افضل آخری عشرے کا ہے۔ اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرے کا اعتکاف کرتے رہے حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جاملے۔

(عن عائشۃ رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم «أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ»)

(بخاری : 2026)

"عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت کر دیا پھر آپ کے بعد آپ کی بیویاں (رضی اللہ عنھن) اعتکاف کرتی تھیں۔"

عن اَبی سعید الخدري رضیَ اللہ عنہ : "اَنَ رسولَ اللہ صَلَّی اللہ علیہ وسَلَّم کان یعتکف فی العشر الاَوسط من رمضان، فاعتکف عامًا حتَّی إِذا کان لیلۃ إحدی و عشرین وہی اللَّیلۃ التی یخرج من صبیحتہا من اعتکافہ قال : من کان اعتکف معی فلیعتکف العشر الاَواخر)

"ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے درمیانے عشرے کا اعتکاف کرتے تھے۔ ایک سال آپ نے حسب معمول اعتکاف لیا۔ جب اکیسویں رات ہوئی۔ یہ وہ رات تھی جس کی صبح کو آپ اپنے اعتکاف سے نکلتے تھے۔ آپ نے فرمایا : جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ آخری عشرے کا بھی اعتکاف بیٹھے۔"

(عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا أراد أن یعتکف صلی الفجر ثم دخل فی معتکفہ)

الحدیث (ابن ماجہ (1771) ابوداؤد (2464)

"سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ کرتے تو فجر کی نماز پڑھ کر اپنی جائے اعتکاف میں داخل ہو جاتے۔"

اعتکاف کے طریقے میں اہل علم کے دو اقوال ہیں : (1) ایک قول یہ ہے کہ اعتکاف مسنون آخری عشرے کا ہے اور آخری عشرے کا آغاز بیس رمضان کا سورج غروب ہوتے ہی ہو جاتا ہے لہذا معتکف کو چاہیے کہ وہ اکیسویں رات شروع ہوتے ہی مسجد میں آجائے۔ رات بھر تلاوت قرآن، ذکر الٰہی اور تسبیح و تہلیل و قیام میں مصروف رہے اور نماز فجر ادا کر کے اپنے اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جائے۔

(2) دوسرا موقف یہ ہے کہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے آخری عشرے کا اعتکاف کیا اور دوسری حدیث میں یہ ہے : اعتکاف کی جگہ میں آپ فجر پڑھ کر داخل ہو جاتے لیکن اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ وہ اکیس یا بیس کی صبح ہے بہتر یہ ہے کہ معتکف بیس رمضان کی فجر پڑھ کر اعتکاف کا آغاز کرے تاکہ آخری عشرے کی 21 ویں کی طاق رات جائے اعتکاف میں گزارے کیونکہ اعتکاف لیلۃ القدر کی تلاش کا ایک ذریعہ ہے جیسا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ جب آپ نے صحابہ رضی اللہ عنھم کے ساتھ درمیانے عشرے کا اعتکاف کیا۔

کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم یہ اعتکاف کر کے اپنا بوریا بستر باندھ کر گھروں کو چلے گئے تو آپ نے فرمایا : جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ آخری عشرے کا بھی اعتکاف کرے اور یہ بیس رمضان کو فرمایا تھا۔ غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آخری عشرے کی اکیسویں رات بعد از غروب آفتاب شروع ہوتی ہے۔ آپ نے بیسویں کے دن کا صحابہ رضی اللہ عنھم سے اعتکاف کروایا حالانکہ آپ انہیں رات کو بھی بلا سکتے تھے اور کہہ دیتے کہ تم نے اعتکاف کے مقام پر داخل ہونا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ : اگر بیس کی صبح کو مسجد میں آجائے تو ذہنی طور پر لیلۃ القدر کی تلاش کے لیے تیار ہو جائے گا اور جائے اعتکاف سے مانوس بھی ہو جائے گا اس طرح اس کی اکیسویں رات معتکف میں گزرے گی جب کہ دوسرے موقف کے

لحاظ سے ان کی اکیسویں رات جائے اعتکاف سے باہر گزرے گی جوایک نقص بھی ہے لہذا زیادہ مناسب اور موزوں یہ ہے کہ بیسویں کی صبح کو مسجد میں آئے اور نماز کی ادائیگی کے بعد اپنے معتکف میں تیار ہو کر بیٹھے۔ اس صورت میں دونوں احادیث پر عمل ہو جائے گا۔ صرف آخری عشرے سے 12 گھنٹوں کا اضافہ ہو گا اور اس میں کوئی مذائقہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

موقف ثانی بر احتیاط ہے وگرنہ اعتکاف تو ایک دن یا رات کا بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے :

(عن ابن عمر أن عمر سأل النبي - صلى الله عليه وسلم - قال : كنت نذرت في الجاهلية أن أعتكف ليلة في المسجد الحرام، قال : "فأوف بنذرك") (بخاری 2032)

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مانی تھی تو آپ نے فرمایا : اپنی نذر کو پورا کر لو۔"

معلوم ہوا کہ اعتکاف ایک عشرے سے کم کا بھی ہو سکتا ہے۔

اعتکاف کی نیت

ہر عبادت کے لیے نیت لازمی ہے جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ : (إنما الأعمال بالنيات) "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔" (بخاری)

لیکن اس کے لیے زبان سے کوئی تلفظ ثابت نہیں۔ یہ دل کا فعل ہے۔ بعض لوگوں نے مسجد میں داخل ہو کر اعتکاف کے لیے " نویت سنة الاعتکاف " (میں نے اعتکاف کی سنت کی نیت کی) کے الفاظ مختص کر رکھے ہیں یہ غلط ہیں۔

خواتین کا اعتکاف

عورتیں اگر اعتکاف بیٹھنا چاہیں تو وہ بھی مسجد میں ہی اعتکاف بیٹھیں گی۔ گھر میں اعتکاف کرنے کی کوئی دلیل شرعی موجود نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَلَا تُبَـٰشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَـٰكِفُونَ فِى ٱلْمَسَـٰجِدِ... ١٨٧ ... سورة البقرة

"اور تم ان عورتوں سے جماع نہ کرو اس حال میں کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو۔" اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اعتکاف مسجد میں کیا جاتا ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے مسجد میں اعتکاف کرنے کی حدیث پیچھے گزر چکی ہے۔

مباحات اعتکاف :

(1) حاجات ضروریہ کے لیے مسجد سے نکلنا۔

(بخاری، باب ھل یخرج المعتکف لحوائجہ الی باب المسجد، ص 400)

(2) مسجد میں خیمہ لگانا۔ (بخاری، باب الاخبیة فی المسجد ص 400)

(3) اعتکاف کرنے والے کی بیوی اس سے ملاقات کے لیے مسجد میں آ سکتی ہے۔ اور وہ بیوی کو محرم ساتھ نہ ہونے کی صورت میں گھر چھوڑنے تک ساتھ جا سکتا ہے۔

(بخاری، باب ھل یخرج المعتکف لحواجہ ص 400)

(4) استحاضہ والی عورت اعتکاف کر سکتی ہے۔

(بخاری، باب اعتکاف المستحاضہ ص 401)

(5) معتکف مسجد سے باہر اپنا سر نکال سکتا ہے اور اس کی بیوی حالت حیض میں بھی ہو تو اس کو کنگھی کر سکتی ہے اور اس کا سر دھو سکتی ہے۔ (بخاری (2028،2031)

ممنوعات اعتکاف

(1) جماع۔ (البقرۃ: 187) ابن ابی شیبہ 3/29، عبدالرزاق 4/363)

(2) بیمار پرسی کو نہ جائے۔

(3) جنازے میں شریک نہ ہو۔

(4) ضروری حاجت کے بغیر نہ نکلے۔ (ابوداؤد (2473)، بیہقی 4/317)

اعتکاف کا اختتام

آخری عشرہ چونکہ شوال کا چاند دیکھنے کے ساتھ یا رمضان کے تیس دن پورے ہونے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے لہذا اس کے ساتھ ہی اعتکاف بھی ختم ہو جاتا ہے۔ معتکف آخری عشرہ پورا ہوتے ہی اعتکاف ختم کر دے۔ ہمارے ہاں جو معاشرے میں یہ بات رائج ہے کہ اعتکاف سے اٹھنے والے کے گلے میں ہار ڈالے جاتے ہیں۔ اسپیشل اٹھانے کے لیے خاندان و برادری کے بڑے لوگ آ کر ملاقات کرتے ہیں یہ ساری باتیں بے دلیل ہیں۔

لیلۃ القدر اور اس کی فضیلت

لیلۃ القدر کا معنی ہے عزت و شرف والی رات۔ چونکہ اس مبارک رات میں قرآن مجید نازل ہوا ہے اس وجہ سے اس رات کو شرافت و بزرگی، بڑائی اور مرتبہ حاصل ہے۔ قرآن مجید میں اس کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے پوری سورۃ نازل فرمائی ہے جسے سورۃ القدر کہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنّا أَنزَلنٰهُ فى لَيلَةِ القَدرِ ١ وَما أَدرىٰكَ ما لَيلَةُ القَدرِ ٢ لَيلَةُ القَدرِ خَيرٌ مِن أَلفِ شَهرٍ ٣ تَنَزَّلُ المَلٰئِكَةُ وَالرّوحُ فيها بِإِذنِ رَبِّهِم مِن كُلِّ أَمرٍ ٤ سَلٰمٌ هِىَ حَتّىٰ مَطلَعِ الفَجرِ ٥ ... سورۃ القدر

"یقیناً ہم نے اس قرآن کو قدر والی رات میں نازل کیا۔ آپ کیا سمجھے کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں ہر قسم کے معاملات سر انجام دینے کو اللہ کے حکم سے فرشتے اور روح الامین اترتے ہیں۔ یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔"

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنّا أَنزَلنٰهُ فى لَيلَةٍ مُبٰرَكَةٍ إِنّا كُنّا مُنذِرينَ ٣ فيها يُفرَقُ كُلُّ أَمرٍ حَكيمٍ ٤ أَمرًا مِن عِندِنا إِنّا كُنّا مُرسِلينَ ٥ ... سورۃ الدخان

"یقیناً ہم نے اس قرآن کو برکت والی رات میں نازل کیا۔ بے شک ہم ڈرانے والے ہیں اس رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ معاملہ ہماری جانب سے ہے اور ہم بھیجنے والے ہیں۔"

بعض لوگوں نے اس آیت کریمہ کی مراد 15 شعبان کو قرار دیا ہے جسے عرف عام میں شب برات بھی کہتے ہیں لیکن یہ تفسیر درست نہیں ہے کیونکہ قرآن کی نص صریح سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ یہ قرآن شب قدر میں نازل ہوا ہے۔ اسے ہی سورۃ دخان میں لیلۃ مبارکہ قرار دیا گیا ہے اور یہ رات رمضان المبارک میں ہی ہے کیونکہ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے :

شَهرُ رَمَضانَ الَّذى أُنزِلَ فيهِ القُرءانُ ١٨٥ ... سورۃ البقرۃ

"ماہ رمضان وہ جس میں قرآن نازل کیا گیا۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قرآن کا نزول ماہ رمضان میں ہوا اور دوسری آیات سے معلوم ہوا کہ وہ اس ماہ کی اس رات میں نازل ہوا ہے جسے شب قدر کہتے ہیں۔ یہ رات بڑی بابرکت ہے۔

ایک تو اس میں قرآن جیسی کتاب ہدایت کا نزول ہوا۔ دوسرے اس میں فرشتوں اور روح الامین جبرئیل علیہ السلام کا نزول۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس میں سارے سال میں ہونے والے واقعات کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اس میں عبادت ہزار مہینے (83 سال 4 ماہ) کی عبادت سے بہتر قرار دی گئی ہے۔

شب قدر کا قیام

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

(مَن قام ليلة القدر إيماناً واحتساباً، غُفر له ما تقدم من ذنبه)

(بخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر 2014)

"جس نے شب قدر کا قیام ایمان و ثواب سمجھ کر کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے گئے۔"

شب قدر کی تلاش

[عن عائشة رضی اللہ عنها أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : "تحروا ليلة القدر فی الوتر من العشر الأواخر من رمضان")

(بخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر 2017)

"عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہوتی ہے اور ان راتوں میں سے کوئی رات متعین نہیں۔

یہ بعض دفعہ اکیسویں رات کو بھی پائی گئی ہے۔(بخاری(1016)مسلم(1167)اور بعض دفعہ ستائیسویں رات کو بھی۔ مسلم(762)

شب قدر کے لیے محنت و کوشش

[عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت : کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتھد فی العشر الأواخر مالا یجتھد فی غیرہ)

(مسلم(1175)مشکوٰۃ(2089)

"سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرے میں عبادت کی جس قدر محنت و کوشش کرتے وہ اس کے علاوہ کسی وقت میں نہ کرتے تھے۔"

(عن عائشۃ رضی اللہ عنہا أنہا قالت : «کان النبی إذا دخل العشر شد مئزرہ، وأحیا لیلہ، وأیقظ أہلہ» .)

(بخاری،کتاب فضل لیلۃ القدر: 2024)

"عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمر بستہ ہو جاتے اور اپنی رات کو زندہ رکھتے اور اپنے گھر والوں کو بیدار کرتے۔"

شب قدر کی دعا

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت : «قُلْتُ : یَا رَسُولَ اللَّہِ ! أَرَأَیْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَيُّ لَیْلَۃٍ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ مَا أَقُولُ فِیہَا ؟ قَالَ : قُولِي : اللَّھُمَّ إِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی»)

(مشکوٰۃ(2091)مسند احمد258،208،183،182،6/171، ترمذی(3513)ابن ماجہ(3850)

"عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ لیلۃ القدر کون سی رات ہے تو میں اس میں کیا کہوں؟ تو آپ نے فرمایا: تو کہہ: "اے میرے اللہ یقیناً تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے معاف کر دے۔"

شب قدر کی علامات

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(صبیحۃ لیلۃ القدر تطلع الشمس لا شعاع لھا کانھا طشت حتی ترتفع) (مسلم(762)عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ)

"شب قدر کی صبح کو سورج بلند ہونے تک اس کی شعاع نہیں ہوتی۔ وہ ایسے ہوتا ہے جیسا کہ تھالی(پلیٹ)۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(أیکم یذکر حین طلع القمر وھو مثل شق جفنۃ)

(مسلم (1170) عن ابی حریرۃ رضی اللہ عنہ)

"تم میں سے کون اسے یادرکھتا ہے (اس رات) جب چاند نکلتا ہے تو ایسے ہوتا ہے جیسے بڑے تھال کا کنارہ۔

تیسری حدیث میں ہے :

(لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةٌ سَمْحَةٌ طَلْقَةٌ لَا حَارَّةٌ وَلَا بَارِدَةٌ تُصْبِحُ شَمْسُهَا صَبِيحَتَهَا ضَعِيفَةً حَمْرَاءَ)

(مسند بزار 1/486، مسند طیالسی 349/، ابن خزیمہ 3/231، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

"شب قدر آسان ومعتدل رات ہے جس میں نہ گرمی ہوتی ہے اور نہ سردی۔ اس کی صبح کو سورج اس طرح طلوع ہوتا ہے کہ اس کی سرخی مدہم ہوجاتی ہے۔ شیخ سلیم الھلالی اور شیخ علی حسن عبدالحمید نے ("صفۃ صوم النبی" 90/) میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ "

مذکورہ بالا آیات واحادیث صحیحہ صریحہ سے شب قدر کی فضیلت بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے لہذا اس عظیم رات میں قیام، تلاوت قرآن، کثرت دعا جیسے امور بخشش کو ضرور اختیار کیجیے اور اپنی بخشش کا سامان پیدا کرلیں وہ انسان کتنا ہی بدنصیب ہوگا جسے یہ ماہ مبارک نصیب ہو لیکن اس نے اپنی بخشش اور جہنم سے رہائی نہ کروائی۔

(اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنا)

صدقۃ الفطر

رمضان المبارک کے روزوں میں بسا اوقات ہم سے کوتاہی ولغزش صادر ہوجاتی ہے جس کے ازالے کےلیے صدقہ فطر فرض قرار دیا گیا ہے اور اس کی ادائیگی سے غرباء ومساکین، فقراء وحاجت مندوں کی مدد بھی ہوجاتی ہے۔

عَن ابنِ عَبَاسٍ قَالَ : «فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم زَكَاةَ الفِطرِ طُهرَةً لِلصَائِمِ مِنَ اللَّغوِ وَالرَّفَثِ، وَطُعمَةً لِلمَساكِينِ، مَن أدَاهَا قَبلَ الصَلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقبُولَةٌ، وَمَن أدَاهَا بَعدَ الصَلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَدَقَاتِ»)

(ابوداوٗد، کتاب الزکوۃ، باب زکوۃ الفطر (1609)، بیہقی 4/163، مستدرک حاکم 1/409 دار قطنی 2/138)

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر روزے دار کو لغو اور شہرت انگیز گفتگو سے پاک کرنے کےلیے اور مساکین کے کھانے کا انتظام کرنے کےلیے فرض قرار دیا ہے۔ جس نے اسے نماز عید سے پہلے ادا کیا اس کا صدقہ قبول ہے اور جس نے نماز کے بعد ادا کیا تو وہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔ "

ن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال : " فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکاۃ الفطر من رمضان صاعاً من تمر، أو صاعاً من شعیر؛ علی العبد والحر، والذکر والأنثی، والصغیر والکبیر من المسلمین. وأمر بها أن تؤدی قبل خروج الناس إلی الصلاۃ")

(مشکوٰۃ (1815) بخاری، کتاب الزکاۃ (1503) مسلم، کتاب الزکاۃ (984)

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو مسلمانوں کے غلام آزاد مرد عورت چھوٹے اور بڑے پر فرض کیا ہے اور لوگوں کے نماز عید کی طرف نکلنے سے پہلے اس کی ادائیگی کا حکم فرمایا۔ "

(أن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ قال : "كنا نخرج زكاة الفطر صاعاً من طعام أو صاعاً من شعير أو صاعاً من تمر أو صاعاً من أقط أو صاعاً من زبيب")

(مشکوۃ(1816)بخاری(1506) مسلم(985)

"ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم عہد نبوی میں صدقہ فطر ایک صاع گندم یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع منقہ نکالا کرتے تھے۔"

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ فطر ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا، مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام اور جو چیز زیر استعمال ہو اس میں سے نکالنا چاہیے اس کی مقدار ایک صاع ہے۔ صاع کا وزن سوا دو سیر ہے اور اس کی ادائیگی نماز عید سے پہلے ہونی چاہیے۔ اس کی ادائیگی نماز عید سے چند دن پہلے بھی ہو سکتی ہے۔ صحیح بخاری(1511) میں ہے:

(وَكَانُوا يُعْطُونَ قَبْلَ الفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ) "صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نماز عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے صدقہ فطر دیتے تھے۔"

اسی طرح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو جب صدقہ فطر پر محافظ مقرر کیا گیا اور شیطان تین راتیں مسلسل اس ڈھیر سے چوری کے لیے آتا رہا۔ بالآخر اس نے آیت الکرسی کے بارے میں بتا کر جان چھڑائی۔ ملاحظہ ہو مشکوۃ(2123)بخاری(2311) یہ حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صدقہ فطر عید سے چند روز قبل بھی جمع کیا جا سکتا ہے۔

رمضان المبارک اور قرآن مجید:

رمضان المبارک اور قرآن مجید کا آپس میں گہرا ربط و تعلق ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید کا نزول رمضان المبارک میں ہوا ہے شاید اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرتے تھے۔

(وکان جبریل علیہ السلام یلقاہ کل لیلۃ فی رمضان حتی ینسلخ یعرض علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم القرآن)

(بخاری، کتاب الصوم(1902)

"جبریل علیہ السلام رمضان المبارک کی ہر رات آخر ماہ تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قرآن مجید سناتے تھے۔"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «كَانَ يَعْرِضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ القُرْآنَ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً، فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي العَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ، وَكَانَ يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرًا، فَاعْتَكَفَ عِشْرِينَ فِي العَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ»)

(بخاری، کتاب فضائل القرآن: 4998)

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر سال ایک مرتبہ قرآن حکیم پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس سال فوت ہوئے تو انہوں نے دو مرتبہ آپ پر قرآن حکیم پڑھا۔"

لہذا ہر مسلمان بھائی کو رمضان المبارک میں قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے کرنی چاہیے اور اس کے معانی و مطالب کو سمجھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

رمضان المبارک اور خیرات:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهم عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَلَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهم عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ)))(بخاری، کتاب الصوم : **1902**)

"نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جبریل علیہ السلام ملاقات کرتے تب بہت زیادہ سخاوت کیا کرتے تھے جبرائیل علیہ السلام کی ملاقات کے وقت رسول مکرم امام اعظم صلی اللہ علیہ وسلم تیز چلتی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے تھے۔"

لہذا ہمیں بھی رمضان المبارک میں صدقہ وخیرات کثرت سے کرنا چاہیے۔ مجاہدین، مدارس اسلامیہ، فقراء ومساکین، یتیم و بیواؤں، محتاج وتنگ دست، افلاس زدہ، خستہ حال، کم مایہ، مفلوک الحال، برہنہ پا، قلاش و بے نوا افراد کی بھرپور مدد کرنی چاہیے تاکہ وہ عزت ووقار کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں اور عید الفطر کی خوشیوں میں بآسانی شرکت کرسکیں۔

رمضان المبارک اور عمرہ

رمضان المبارک میں عمرے کی سعادت سے بہرہ مند ہونا حج کے اجر وثواب کے برابر ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

ل رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ «مَا مَنَعَكِ أَنْ تَحُجِّي مَعَنَا؟» قَالَتْ : لَمْ يَكُنْ لَنَا إِلَّا نَاضِحَانِ فَحَجَّ أَبُو وَلَدِهَا وَابْنُهَا عَلَى نَاضِحٍ وَتَرَكَ لَنَا نَاضِحًا نَنْضَحُ عَلَيْهِ، قَالَ : «فَإِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَاعْتَمِرِي، فَإِنَّ عُمْرَةً فِيهِ تَعْدِلُ حَجَّةً»)

(مسلم، کتاب الحج، باب فضل العمرۃ فی رمضان : 1256)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری عورت سے فرمایا : تمہیں ہمارے ساتھ حج کرنے میں کیا چیز مانع ہے؟ اس نے کہا ہمارے پاس پانی لانے والے صرف دو اونٹ ہیں۔ ایک اونٹ پر میرا شوہر اور بیٹا حج کے لیے گئے ہیں اور ایک ہمارے لیے چھوڑ گئے ہیں جس پر ہم پانی لاد کر لاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا : جب رمضان المبارک آجائے تو عمرہ کرلینا اس لیے کہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔"

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

آپ کے مسائل اور ان کا حل

جلد3۔ کتاب الصیام۔ صفحہ274

محدث فتویٰ